مولانا محمد طاسین

(۳)

مروجہ استحصالی نظام کا خاتمہ

مثال کے طور پر معاملۂ مزارعت کو لیجئے اس کی شرعی حیثیت کے متعلق علماء کرام کے مابین جو اختلاف ہے کہ بعض اس کو شرعی طور پر جائز اور دوسرے بعض اس کو ناجائز بتلاتے ہیں اس اختلاف کی بنیاد محض وہ احادیث و آثار ہیں جو مزارعت کے متعلق کتب حدیث میں مذکور ہیں اور جن کے الفاظ سے مزارعت کا جواز بھی نکلتا ہے اور عدم جواز بھی، لہٰذا محض ان احادیث و آثار کی بناپر مزارعت کو جائز کہنے کی بھی گنجائش ہے اور ناجائز کہنے کی بھی گنجائش، تو پھر ظاہر ہے کہ یہ اختلاف کبھی ختم نہیں ہوسکتا حالانکہ اس کا ختم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ختم ہوئے بغیر اسلام کے حقیقی معاشی نظام کا تعین نہیں ہوسکتا اور یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ مزارعت کی بنیاد پر قائم زمینداری نظام ازروئے اسلام جائز ہے یا ناجائز؟ کسی اسلامی ملک و معاشرے میں اس کو قائم رہنا یا ختم ہوجانا چاہیئے آج ہم یہ کہہ کر پوچھنے والوں کو مطمئن نہیں کرسکتے کہ فلاں امام و فقیہ کے نزدیک یہ جائز اور فلاں امام اور فقیہ کے نزدیک ناجائز ہے وہ اللہ اور رسول اور قرآن و حدیث کے حوالے سے صرف ایک بات سننا اور جاننا چاہتے ہیں دو مختلف اور متضاد باتیں ایک ہی معاملہ کے متعلق سننا اور جاننا نہیں چاہتے لہٰذا ضروری ہے کہ اس معاملہ کے متعلق جو اختلاف ہے وہ دور ہو اور صرف ایک بات واضح اور قطعی صورت میں سامنے آئے، اور میں سمجھتا ہوں ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب معاملۂ مزارعت کی شرعی حیثیت متعین اور معلوم کرنے میں صرف احادیث و آثار یعنی روایات پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضرور دیکھا جائے کہ عام معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز اور درست و نادرست کے متعلق قرآن حکیم میں جو اصولی اور کلی ضابطہ ہے اس کے مطابق معاملۂ مزارعت جائز و درست معاملات کی فہرست میں آتا ہے یا ناجائز و نادرست معاملات کے زمرہ میں شامل ہے اور یہ کہ قرآن مجید میں معاشی حق اور معاشی عدل اور معاشی ظلم کا جو اصولی تصور ہے اس کی روشنی میں معاملۂ مزارعت اپنے معروضی اثرات و نتائج کے لحاظ سے معاشی عدل کا مصداق ٹھہرتا ہے یا معاشی ظلم کا مصداق؟ نیز یہ کہ اسلام اپنی معاشی ہدایات و تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں جو معاشی اعتدال و توازن پیدا کرنا چاہتا ہے وہ معاملۂ مزارعت کے جواز سے پیدا ہوتا ہے یا اس کے عدم جواز سے، نیز اسلام جس طرح کے معاشرتی، سیاسی اور تمدنی حالات پیدا کرنا چاہتا ہے مزارعت کا جواز اور رواج ان کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے یا مدد و معاون ثابت ہوتا ہے؟ ان تمام امور پر غور و فکر کیا جائے اور ان کو مزارعت کے جواز و عدم جواز کی بحث میں پوری طرح ملحوظ رکھا جائے تو ایک متفقہ اور یقینی نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں اور موجودہ اختلاف ختم ہوسکتا ہے جو اس کے جواز و عدم جواز میں پایا جاتا ہے۔

مزارعت کی طرح جن دوسرے معاشی امور و معاملات کے شرعی حکم یعنی جواز و عدم جواز کے متعلق علماء کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں وہ بھی بحث و تحقیق کے اس نئے سائنٹسی اور عقلی اسلوب سے دور کیے جا سکتے ہیں اور ایک متفقہ اور یقینی صورت آ سکتی ہے۔

مقصد اس دوسرے سبب اختلاف کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ اسلامی معاشی نظام کے تعین پر علمی کام کرنے والی مجوزہ جماعت اس کو بھی ضرور ملحوظ اور پوری طرح سامنے رکھے تاکہ جو متعین ہو متفقہ طور پر متعین ہو۔

اسلامی معاشیات سے متعلق علماء اسلام کے درمیان اختلافات کا تیسرا سبب جس کا ذکر ضروری ہے یہ ہوا کہ اسلامی معاشیات پر علمی کام والوں میں سے بعض نے اس کا التزام اور اہتمام کیا کہ اسلام کے حوالے سے جو بھی بات کہی اور لکھی جائے وہ موجودہ حالات میں لوگوں کے لیے قابل قبول اور قابل عمل ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام آج کے حالات میں قابل عمل نہیں لہٰذا انہوں نے اسلام کی خیر خواہی کے جذبہ سے رائج الوقت سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے ہر ہر جزء کو حیلوں اور تاویلوں کے ذریعے اور الفاظ کے رد و بدل سے اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کی بینکاری کا ادارہ ہو یا بیمہ کاری کا ادارہ، جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کا ادارہ ہو یا حکومت کے جاری کردہ مختلف قسم کے سرٹیفکیٹ اور بانڈز کے لین دین کا ادارہ، اسلام کے حوالے سے اُن کو جائز ٹھہرایا، غرضیکہ اُن کو تجویز کردہ اسلامی معاشی نظام، بنیادی طور پر نظام سرمایہ داری ہی کی دوسری شکل ہے اپنے معروضی اثرات و نتائج کے لحاظ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں لہٰذا اس سے ہمارے اس دعوے کی صاف تردید ہوتی ہے کہ اسلام کا معاشی نظام سرمایہ دارانہ معاشی نظام سے بنیادی طور پر مختلف اور بنیادی طور پر بہتر ہے، ممکن ہے یہ حضرات اس دعوے کے ہی قائل نہ ہوں یا یہ کہ اسلام کے معاشی نظام کو موجودہ حالات کے مطابق بنانے کی فکر و کوشش میں اتنے منہمک اور مستغرق ہو گئے ہوں کہ اُن کو اپنے دعوے کا خیال ہی نہ رہا ہو، بہر حال ان حضرات کا تجویز کردہ اسلام کا معاشی نظام اس سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے جو اسلام کے حقیقی مآخذ قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔

مذکورہ اہل علم حضرات کے بالمقابل دوسرے بعض حضرات نے اسلام کے معاشی نظام کی تعبیر و ترجمانی میں سختی کے ساتھ یہ رویہ اور طرز فکر اختیار کیا کہ اسلامی معاشی نظام کے متعلق اسلام کے حوالے سے جو بھی بات کہی اور لکھی جائے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو یعنی اس کا اجمالی یا تفصیلی ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہو اس کی کچھ پرواہ نہ کی جائے کہ وہ موجودہ حالات میں قابل قبول اور قابل عمل ہے یا نہیں، گویا ان کا موقف یہ رہا کہ اسلام کو حالات کے مطابق بنانے کی بجائے حالات کو اسلام کے مطابق بنایا جائے چنانچہ ان حضرات نے رائج الوقت سرمایہ دارانہ نظام کو ربوٰ و سود پر مبنی ہونے کی وجہ غیر اسلامی قرار دیا اور ایسے تمام معاملات کو اسلام کی رو سے حرام و ناجائز بتلایا جو ربوٰ و قمار یعنی سود اور جوئے پر مبنی اور نظام سرمایہ داری کے عناصر ترکیبی تھے۔

چنانچہ طرز فکر کے مذکورہ اختلاف کے نتیجہ میں بہت سے وہ اختلافات وجود میں آئے جو اسلامی معاشیات سے متعلق علماء کے مابین موجود ہیں اور جن کی وجہ سے اسلام کا معاشی نظام ایک چیستاں اور خواب پریشان بن کر رہ گیا ہے۔

اس تیسرے سبب اختلاف کے بیان سے بھی مقصود یہ ہے کہ اسلام کے معاشی نظام پر عملی کام کرنے والی علماء کی مجوزہ جماعت اس پہلو پر بھی ضرور نگاہ رکھے اور وہ طرز فکر اور انداز تحقیق اختیار کرے جس سے حقیقی اسلام کا تحفظ ہوتا اور اسلام کا وہ اصل معاشی نظام سامنے آتا ہو جو قرآن وحدیث میں ہے۔

پھر جب اسلام کے حقیقی معاشی نظام کے تعین کا مرحلہ خیر وخوبی کے ساتھ اور اطمینان بخش طور پر طے ہو جائے تو اس کے بعد کا مرحلہ اُس کے عملی نفاذ کا مرحلہ ہے جس کے متعلق پہلے کافی تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا کہ اسلام کا عادلانہ معاشی نظام صرف ایسے معاشرے میں نافذ ہو سکتا اور پائیداری کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے جس کے اندر خاص طرح کا ذہن اور خارجی ماحول موجود ہو، نیز یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ خاص طرح کے ذہنی اور خارجی ماحول سے مراد کیسا ذہنی اور خارجی ماحول ہے اور یہ بھی وہ کس طریقہ سے معرض وجود میں آسکتا ہے، اسی طرح یہ بھی اظہار حقیقت کے طور پر عرض کیا گیا تھا کہ موجودہ نام نہاد اسلامی معاشروں بالخصوص پاکستانی معاشرے کے اندر وہ ذہنی اور خارجی ماحول موجود نہیں جو اسلامی معاشی نظام کے عمل میں آنے اور پائیداری کے ساتھ قائم رہنے کے لیے ضروری ہے لہٰذا ایسی صورت حال میں پاکستانی ملک ومعاشرے کے لیے اپنے ہاں اسلامی معاشی نظام نافذ اور رائج کرنے کا صحیح طریق کار صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اسلامی معاشی نظام کو بطور نصب العین اور آخری منزل کے پوری طرح سامنے رکھے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ درجہ بدرجہ اور مرحلہ بمرحلہ اس کی طرف بڑھنے اور پیش قدمی کرنے کی کوشش کرتا رہے چنانچہ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ایک طرف مطلوبہ ذہنی ماحول پیدا کرنے کے لیے ایمانی عقائد پر مشتمل نظام تعلیم اور اس ذہنی ماحول کو قائم، برقرار اور زندہ رکھنے کے لیے اسلامی عبادات واخلاق پر مشتمل نظام تربیت عمل میں لائے اور پوری سنجیدگی کے ساتھ اس کو رواج دے تاکہ ذہنوں میں نہایت وسیع وہمہ گیر عدل واحسان کی طرف رغبت اور ہر قسم کے ظلم وعدوان سے نفرت کے جذبات موجزن ہوں جن کی تحریک سے ایک انسان بلا کسی تخصیص وامتیاز ہر دوسرے انسان سے عدل واحسان کا برتاؤ کرے یعنی نہ صرف یہ کہ دوسرے کا حق اس کو ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا دے بلکہ اپنے حق کا اُس کے لیے ایثار کرے اور اس کا مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی اور آخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کرنا ہو اس کے اندر نفع اندوزی کی بجائے خلق خدا کی نفع رسانی کا ولولہ ہو ہر دوسرے کے ساتھ اس کا سلوک وبرتاؤ ایسا ہو جیسا وہ اپنے لئے دوسرے سے چاہتا ہے، اسی طرح وہ اپنے نظام تعلیم وتربیت کے ذریعے ذہنوں میں اس بات کو بٹھائے اور راسخ کرے

تمام انسان بحیثیت انسان کے برابر ہیں کسی کو کسی پر رنگ، نسل، وطن، زبان، خاندان نسب وذات کی بنا پر فضیلت وبرتری حاصل نہیں اسی طرح مال ودولت اور جاہ واقتدار بھی وجہ فضیلت اور سبب عزت وشرف نہیں بلکہ فضیلت وشرف اور عزت وتکریم کا ایک اور صرف ایک سبب تقویٰ ہے جس کے عملی مظاہر میں سب سے بڑا اور نمایاں مظہر خلق خدا کے ساتھ احسان اور ایثار سے پیش آنا اور بے لوثی کے ساتھ ان کو نفع پہنچانا ہے۔ اس کے مطابق ضروری ہے کہ معاشرے میں ایسا معاشرتی ماحول تیار کیا جائے جس میں بلا کسی تخصیص و امتیاز تمام افراد کو بنیادی انسانی حقوق یکساں طور پر حاصل ہوں اور عزت وبڑائی کا معیار مال ودولت اور جاہ واقتدار نہ ہو بلکہ نیکی اور تقویٰ اور احسان وایثار ہو جو جتنا نیک، متقی اور احسان وایثار کرنے والا ہو اتنا ہی وہ معاشرے میں معزز ومکرم ہو، اسلامی معاشی نظام کے بروئے کار آنے کے لیے مذکورہ معاشرتی ماحول اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسلامی معاشی نظام میں مال ودولت کو جمع رکھنے کی بجائے راہ خدا اور رفاہ عام کے مصارف میں خرچ کردینے کی جو تعلیم اور قارونیت کی جو ممانعت ہے اس پر مذکورہ ماحول کے بغیر عمل نہیں ہو سکتا، مطلب یہ کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس معاشرے میں عزت وبڑائی کا معیار مادی مال ومتاع ہو اور ہر اس شخص کو معزز اور بڑا سمجھا جاتا ہو جس کے پاس زیادہ سے زیادہ مال ودولت ہو تو اس میں مال ودولت حاصل کرنے اور اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز ختم ہو جاتی اور ہر ایک تکاثر یعنی زیادہ سے زیادہ اور بڑے سے بڑا مالدار بننے کے خبط میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ عام بدامنی اور بے چینی کی صورت میں سامنے آتا ہے جس کو اسلام نہیں چاہتا۔

سازگار خارجی ماحول تیار کرنے کے لیے جس دوسری چیز کا وجود ضروری ہے اور جس کو وجود میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیئے وہ بنیادی معاشی ضروریات میں خود کفالت ہے مطلب یہ کہ ایسی تمام چیزیں ملک کے اندر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی جانی چاہیئے جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں آسائش اور تعیش کی چیزوں کی طرف اس وقت توجہ دی جائے جب ضروریات میں خود کفالت حاصل ہو جائے، کیونکہ جو مسلم معاشرہ بنیادی معاشی ضروریات میں خود کفیل نہ ہو بلکہ وہ ان کے لیے غیر مسلم معاشروں کا محتاج و دست نگر ہو تو وہ زندہ رہنے کے لیے مجبور ہوتا ہے کہ غیر مسلم معاشروں سے ان کی شرائط اور خواہشات کے مطابق ضروریات زندگی حاصل کرتے اور اس کی یہ مجبوری اپنے اسلامی معاشی اصولوں پر عمل کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔

اسلامی معاشی نظام کے عملی نفاذ کے لیے جس خارجی ماحول کا وجود ضروری ہے اس کا ایک پہلو سیاسی آزادی اور کامل خود مختاری بھی ہے یعنی مسلم معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے تسلط سے

آزاد اور پوری طرح خود مختار ہو یعنی وہ اپنے معاملات بیرونی مداخلت کے بغیر اپنی مرضی سے طے کر سکنے کی پوزیشن میں ہو کیونکہ جو معاشرہ اور ملک کسی دوسرے معاشرے اور ملک کے زیر تسلط اور ماتحت ہوتا وہ اپنے ہاں کوئی ایسا معاشی نظام رائج نہیں کر سکتا جو اوپر والے مسلط ملک و معاشرے کے مفادات سے مطابقت نہ رکھتا ہو لہٰذا مسلمان معاشروں پر لازم اور واجب ہے کہ وہ غیر مسلم معاشروں کے تسلط سے کامل طور پر آزاد اور خود مختار ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں اس کے لیے وہ ایسے سب طریقوں سے کام لیں جو شرعاً جائز ہوں اور جن کو اختیار کرنے سے کامل آزادی اور خود مختاری کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو۔ یہاں یہ عرض کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ آج بہت سے مسلم ممالک کو جو آزادی و خود مختاری حاصل ہے وہ محض نام کی اور ناقص آزادی و خود مختاری ہے جاننے والے جانتے ہیں کہ اُن کی تمام پالیسیوں اور منصوبہ بندیوں میں باہر والوں کا کتنا عمل دخل ہوتا ہے خارجی امور میں ہی نہیں داخلی امور میں بھی اُن کو مغربی ممالک کی مرضی کا کتنا خیال اور لحاظ رکھنا پڑتا ہے، بہر حال جو مسلم ممالک اور معاشرے اپنے ہاں اسلام کے اجتماعی نظام کو کامل طور پر عمل میں لانا اور بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں اُن کے لیے لازمی و ضروری ہے کہ وہ سیاسی طور پر مکمل آزاد و خود مختار اور معاشی ضروریات کے لحاظ سے خود کفیل اور خود مکتفی بننے کی انتہائی سعی و کوشش اور پوری جدوجہد کریں۔

واضح رہے کہ سطور بالا میں یہ جو عرض کیا گیا ہے کہ اسلام کے حقیقی معاشی نظام کے عملی نفاذ کے لیے خاص طرح کے ذہنی اور خارجی ماحول کا معاشرے میں موجود ہونا ضروری ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جب تک وہ خاص طرح کا مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول کامل طور پر وجود میں نہ آجائے اصلاح کے سلسلہ میں کوئی قدم نہ اٹھایا جائے اور اس ظالمانہ معاشی نظام میں کوئی تغیر اور ردوبدل نہ کیا جائے جو فی الوقت معاشرے میں موجود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کامل طور پر اسلام کا معاشی نظام تو بلا شبہ اسی وقت عمل میں آسکتا ہے جب وہ مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول ناقص طور پر موجود ہو لہٰذا ایسے اسلامی معاشرے کے لیے اسلام کی ہدایت و تعلیم یہ ہے جس نے اجتماعی طور پر یہ طے کر لیا ہو کہ اس نے اسلام کے حقیقی عادلانہ معاشی نظام کو ضرور بالضرور اپنانا اور کامل طور پر عمل میں لانا ہے اور وہ سنجیدگی اور تندہی کے ساتھ اس ذہنی اور خارجی ماحول کو وجود میں لانے کی بھرپور کوشش بھی کر رہا ہو جو اس کے عمل میں آنے کے لئے ضروری ہے، کہ وہ برابر اس پر نظر رکھے اور پورے غور سے جائزہ لیتا رہے کہ اس کی کوششوں کے نتیجہ میں ذہنی اور خارجی حالات کی کس قدر اصلاح وجود میں آئی ہے اور پھر اس کے مطابق اپنے لیے عبوری لائحہ عمل تیار کرے جو عام لوگوں کے لیے قابل عمل ہو اور جس پر عمل کرنے سے قدم آگے کی طرف بڑھتا اور اصل منزل مقصود قریب ہو جاتی ہو، ہو سکتا ہے پاکستان جیسے معاشرے کو اصل منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے متعدد عبوری مراحل سے گزرنا اور ہر مرحلہ کے لیے عبوری لائحہ عمل بنانا

اور تیار کرنا پڑے۔

عبوری لائحہ عمل کے متعلق یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ وہی عبوری لائحہ عمل، صحیح اور درست لائحہ عمل ہو سکتا ہے جو اس وقت کے عبوری حالات سے مطابقت رکھنا اور معاشرے کی اکثریت کے لیے قابل قبول اور قابل عمل ہو تاکہ اس کے نفاذ سے مخالفانہ ردعمل کا ظہور نہ ہوسکے جس کا نتیجہ حاصل شدہ فائدہ کے مقابلہ میں نقصان کہیں زیادہ ہوا کرتا ہے، دوسری چیز جو عبوری لائحہ عمل کی صحت و درستی کے لیے ضروری ہے وہ یہ کہ اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں قدم آگے بڑھ سکتا اور منزل مقصود کچھ نہ کچھ ضرور قریب ہوتی ہو، چنانچہ جو عبوری لائحہ عمل ایسا نہ ہو وہ غلط و باطل قرار پاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبوری لائحہ عمل بنانے کا کام خاصا نازک، پیچیدہ اور مشکل کام ہے جس کو علماء و مفکرین کی ایک ایسی جماعت انجام دے سکتی ہے جو اعلیٰ علم و فہم کے ساتھ اجتماعی حالات پر گہری اور وسیع نظر رکھتی اور ان اسباب و عوامل کو علیٰ وجہ البصیرت جانتی ہو جن کے زیر اثر انسانی معاشرے میں تبدیلیاں رونما ہوتی اور تعمیر و تخریب، بناؤ بگاڑ اور عروج و زوال کے مناظر سامنے آتے ہیں۔

پھر چونکہ عبوری لائحہ عمل جو مخصوص قسم کے ذہنی و خارجی حالات میں وقتی مصلحت کی خاطر بنایا جاتا ہے عدلِ کامل سے مطابقت نہیں رکھتا اور اس میں ظلم و حق تلفی کا کچھ نہ کچھ عنصر موجود ہوتا ہے لہٰذا اس کو حقیقی طور پر اسلامی سمجھنا اور کہنا درست نہیں ہو سکتا بنا بریں اس کے متعلق نہایت واضح اور واشگاف الفاظ میں یہ اعلان ضروری ہوتا ہے کہ یہ لائحہ عمل حقیقی طور پر اسلامی نہیں بلکہ اس کو اسلام کے اس اصول کے تحت وقتی طور پر بنایا اور اختیار کیا گیا ہے کہ جب حالات ایسے ہوں کہ خیر کامل کا حصول ناممکن ہو البتہ خیر ناقص حاصل ہو سکتی ہو تو وقتی طور پر خیر ناقص کو اختیار کر لیا جائے اور خیر کامل کے لیے کوشش جاری رہے، بالفاظ دیگر جب حالات ایسے ہوں کہ دو برائیوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری اور ناگزیر ہو تو جو برائی نسبتاً کم درجہ کی ہو وقتی طور پر اس کو اختیار کر لیا جائے۔ عبوری لائحہ عمل کے متعلق مذکورہ اعلان اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے غلطی سے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ یہ مستقل اور دائمی ہے لہٰذا آگے چل کر جب اس کو چھوڑنے کا مرحلہ آئے تو ان کو اس کے چھوڑنے میں دقت و دشواری محسوس ہو کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کو وہ وقتی اور عارضی سمجھ کر اختیار کرتا ہے اس کے ترک کرنے میں اس کو کوئی خاص دقت و دشواری پیش نہیں آتی آسانی کے ساتھ ترک کر دیتا ہے۔ مذکورہ اعلان کے ضروری ہونے کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد کسی مخالف اسلام کو اس عبوری لائحہ عمل کی بنا پر یہ کہنے اور پروپیگنڈہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا کہ یہ لائحہ عمل مسلمانوں کے اس بلند بانگ دعوے سے مطابقت نہیں رکھتا جو وہ اسلام کے معاشی نظام کے متعلق عام طور پر

کرتے ہیں کہ وہ افادی طور پر باقی سب معاشی نظاموں سے بہتر اور اپنے معروضی نتائج واثرات کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔

عبوری لائحہ عمل کے متعلق ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسلام عبوری لائحہ عمل بنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اجازت صرف ایسے اسلامی معاشرے کو دیتا ہے جس نے صدق دل سے قطعی طور پر یہ طے کر لیا ہو کہ وہ اپنے ہاں اسلام کے حقیقی عادلانہ معاشی نظام کو بروئے کار لائے گا اور پھر اس کے ساتھ وہ پوری سنجیدگی اور تندہی کے ساتھ مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول پیدا کرنے کی امکانی کوشش بھی کر رہا ہو، مطلب یہ کہ یہ اجازت اور رعائت ایسے اسلامی معاشرے کے لیے نہیں جس کا قصد وارادہ نہ اسلام کے حقیقی مثالی معاشی نظام کو بالآخر اپنے ہاں عمل میں لانا اور نافذ کرنا ہو اور نہ وہ مطلوبہ ذہنی اور خارجی حالات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہو جو اس کے عمل میں آنے کے لیے ضروری ہیں۔ کیونکہ عبوری لائحہ عمل تو ہو ہی وہ سکتا ہے جو کسی مستقل اور دائمی لائحہ عمل تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہو گویا اس کی حیثیت اصل مقصد کی نہیں بلکہ مقصد کے ذریعے اور وسیلے کی ہوتی ہے۔

اور چونکہ عبوری معاشی لائحہ عمل کی حیثیت، حقیقی ومستقل معاشی لائحہ عمل کے لیے وسیلے وذریعے کی ہوتی ہے لہٰذا کسی عبوری معاشی لائحہ عمل کے متعلق یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ صحیح ہے یا غلط، اصل معیار حقیقی معاشی لائحہ عمل ہوتا ہے چنانچہ جو عبوری معاشی لائحہ عمل، مخصوص عبوری حالات میں قابل عمل ہونے کے ساتھ حقیقی معاشی لائحہ عمل کے زیادہ مماثل ومشابہ ہو وہ صحیح اور جو کم مشابہ ومماثل ہو وہ غلط قرار پاتا ہے

دراصل اس وقت ہمارے سامنے دو مقصد ہیں ایک یہ کہ اسلام کے معاشی نظام کی دوسرے غیر اسلامی معاشی نظاموں پر علمی وعقلی طریقہ سے فوقیت وبرتری ثابت کی جائے جیسا کہ عام طور پر ہمارا دعویٰ ہے۔ اور دوسرا مقصد یہ کہ آج ہم مسلمانوں کی عام طور پر جو خراب وخستہ معاشی حالت ہے اس کو بتدریج اور مرحلہ وار ٹھیک اور درست کیا جائے پہلا مقصد اسلام کے حقیقی اور مستقل عادلانہ معاشی نظام کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے جس کا تعین سب سے پہلے ضروری قرار دیا گیا ہے جب کہ دوسرا مقصد عبوری معاشی لائحہ عمل کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے جو معیشت کی گاڑی کو چلائے رکھنے کے لیے نہائت ضروری ہے۔

جہاں تک عبوری معاشی لائحہ عمل کے شرعی جواز کا تعلق ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث کی ان نصوص سے بخوبی فراہم ہوتا ہے جن میں مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے اندر بعض ایسے معاشی معاملات کے رواج کا ذکر ہے جو آخر میں تحریم ربٰو کے اعلان کے ساتھ ممنوع قرار پائے جیسے مخابرہ وغیرہ۔

اور پھر ہم عام طور پر یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے اندر ہر دور اور ہر

زمان ومکان کے انسانوں کے لیے قابل عمل ہدائت وراہنمائی پائی جاتی اور ہر دور کے مسائل کا حل اس میں موجود ہے یہ دعویٰ معاشی اور سیاسی مسائل کی بنسبت صرف اسی صورت میں صحیح ثابت ہو سکتا ہے جب اُس کے اندر عبوری حالات کے لیے عبوری لائحہ عمل کا تصور اور جواز موجود ہو کیونکہ اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو مذکورہ مسائل کی حد تک یہ دعویٰ درست نہیں رہتا کہ اسلام ہر دور اور ہر عہد میں ان مسائل کے لیے قابل عمل ہدایت وراہنمائی دیتا ہے کیونکہ ان مسائل کے متعلق اسلام کا جو حقیقی اور مستقل ضابطہ ہدایت وراہنمائی ہے ہر طرح کے ذہنی اور خارجی حالات میں اس پر عمل نہیں ہو سکتا جیساکہ پہلے اسی مضمون میں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کے متعلق کچھ عرض کیا جا چکا ہے ۔

قارئین کرام! مسئلہ مذکور کے حل کے لیے میں نے جو طریق کار عرض کیا ہے ظاہر ہے کہ اس میں طویل وقت کا لگنا لازمی ہے ۔ لیکن اگر مقصود پُرامن طریقہ سے معاشرے کی پائیدار اصلاح ہے تو وہ مذکورہ طریق کار کے بغیر ممکن نہیں، نیز میرے علم وفہم کے مطابق یہی طریق کار صحیح اسلامی طریق کار ہے ۔ اس مضمون کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقت حال کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے ! آمین ۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۵ سے)

سے بدگمان کرنے کی تحریکیں چلائی جائیں حضرت امام مالکؒ کیسی پرحکمت بات کہہ گئے ہیں ۔

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما صلح بہ اولھا

اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح صرف اس طریق میں ہے جس سے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی سو آخری دور میں مسلمانوں کی بہتری کیلئے جدید طریقوں کی تلاش کوئی پرانا دین نہیں ایک نیا دین ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ ! ہمارے اس مضمون کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہم عہد حاضر کی جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھانے کے خلاف ہیں ۔ نہیں ۔۔۔ ہم صرف قوم کو جدید فکر مہیا کرنے کے خلاف ہیں قوم کی فکر وہی ہونی چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی تراث اور ما انا علیہ واصحابی کی آواز ہے ۔ اسی نظر وفکر کو غالب رکھتے ہوئے ہم عہد حاضر کی ایجادات اور سائنسی ترقیات سے جتنا فائدہ اٹھائیں وہ بالکل جائز اور درست ہے ۔ پرانے دین کو قائم رکھتے ہوئے اسے جو جدید سواری مہیا کریں ہمیں اس سے انکار نہ ہوگا لیکن اس پر ضرور نظر رہے کہ کہیں سواری سوار ۔۔۔ اور سوار سواری نہ بن جائے ۔۔۔

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب

کنول لان، صنم پاپلین
ہے نیلر پاپلین
گلستان پرنٹس
سنگم لوعکی
ایاز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰ لان
۲ - ڈائمنڈ سپر
سنڈیکیٹ پاپلین
ہول کار ڈ
سوٹنگ

حسین کے پارچہ جات

حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش نظر

حسین ٹیکسٹائل ملز　　حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

ایگل

ایک عالمگیر
قلم

خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سنہری
اریڈیم پلیٹڈ
نب کے
ساتھ

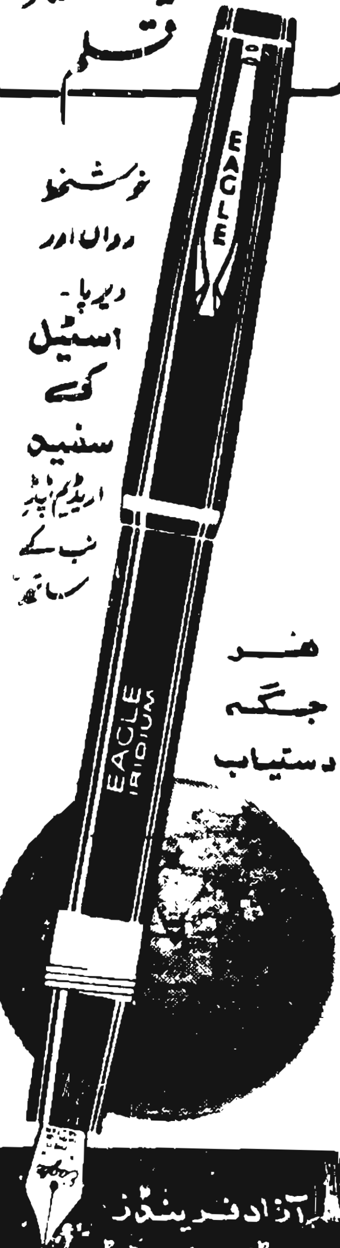

ہر
جگہ
دستیاب

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

خودانحصاری کی طرف ایک اور قدم

ngi

نیلم گلاس

رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass) بنانا شروع کر دیا ہے۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا **نیلم** کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال۔ فون: 563998 - 509 (05772)

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون: 568998 - 564998

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II، لاہور فون: 878640-871417